ایک ——افسانے کا ارتقاء: سعادت حسن منٹو سے عصرِ حاضر تک اردو جائزہ

محمد ارشاد

دربھنگہ، بہار یونیورسٹی/اسکالر، شعبہ اردو، للت نارائن متھلا ریسرچ

خلاصہ

اردو افسانہ بیسویں صدی کے آغاز سے لے کر آج تک ایک مسلسل اور متحرک ارتقائی عمل سے
ی انقلابی گزرا ہے۔ اس شوث پتر میں اردو افسانے کے اس ارتقائی سفر کا جائزہ لیا گیا ہے جو سعادت حسن منٹو ک
ین یہ تحریروں سے شروع ہو کر عصرِ حاضر کے جدید اور مابعد جدید افسانہ نگاروں تک پہنچتا ہے۔ اس مطالعے م
بی صنف نہیں بلکہ یہ اپنے عہد کی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اردو افسانہ محض ایک اد
ین، سلمیٰ اعوان سماجی، سیاسی اور نفسیاتی حقیقتوں کا آئینہ ہے۔ منٹو، بیدی، کرشن چندر، عصمت چغتائی، انتظار حس
اور دیگر افسانہ نگاروں کی تخلیقات کے تجزیے کے ذریعے یہ دکھایا گیا ہے کہ اردو
اسلوب میں انقلابی تبدیلیاں کی ہیں۔افسانے نے کس طرح اپنی ہیئت، موضوعات اور

کلیدی الفاظ: اردو افسانہ، منٹو، بیدی، انتظار حسین، جدیدیت، مابعد جدیدیت، ترقی پسند تحریک

فراعت /۱

اردو ادب کی مختلف اصناف میں افسانہ وہ صنف ہے جس نے بیسویں صدی میں سب سے زیادہ
سب سے زیادہ براہ راست اور مؤثر طریقے ارتقاء کیا اور جس نے اپنے عہد کی تبدیلیوں کو
سے اپنی گرفت میں لیا۔ جہاں غزل اور نظم نے صدیوں پرانی روایات کے ساتھ ایک پیچیدہ
رشتہ برقرار رکھا، وہاں افسانے نے اپنے آپ کو ہر نئے عہد کی ضروریات کے مطابق ڈھالنے
کی غیر معمولی صلاحیت ظاہر کی۔

ک ادبی تاریخ نہیں بلکہ برصغیر کی سیاسی، سماجی اور اردو افسانے کی تاریخ محض ای
ثقافتی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ تقسیم کا دردناک تجربہ، آزادی کے بعد کی مایوسیاں، فرقہ
وارانہ فسادات، غربت، طبقاتی کشمکش، عورت کا استحصال، اقتدار کا ظلم اور فرد کی
میں کسی دوسری صنف سے زیادہ شدت نفسیاتی پیچیدگیاں یہ سب موضوعات اردو افسانے
اور گہرائی کے ساتھ ملتے ہیں۔

ے شروع ہو کر اس شوث پتر میں ہم اردو افسانے کے اس ارتقائی سفر کا جائزہ لیں گے جو ترقی پسند تحریک کے عہد س
کا تجزیہ قات آج کے عصرِ حاضر تک پہنچتا ہے۔ اس سفر کے ہر اہم موڑ پر ہم رکیں گے، اہم افسانہ نگاروں کی تخلی
کریں گے اور یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ اردو افسانہ اپنے عہد کی آواز کس طرح
بنتا رہا ہے۔

منج ای ن لک ےناسفا ودرا روا کیرحت دنسپ یقرت /۲

اردو افسانے کی تاریخ میں ۶۳۹۱ء وہ سال ہے جب آل انڈیا پروگریسو رائٹرز ایسوسی ایشن کی میں ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔ اس تحریک نے اردو افسانے کو محض تفریح بنیاد پڑی اور اردو ادب کا ذریعہ سمجھنے کی روایت سے نکال کر اسے سماجی تبدیلی کا ہتھیار بنایا۔

ودرا ہی ےلہپ ےس مایق ہطبار اضاب ےک کیرحت دنسپ یقرت ہچرگا (۱۹۳۶-پریم چند (۰۸۸۱ں جو سماجی حقیقت نگاری اور کسانوں افسانے کی بنیادیں رکھ چکے تھے، لیکن ان کے یہاں و مزدوروں کے ساتھ ہمدردی ملتی ہے وہ ترقی پسند ادب کی روح سے مطابقت رکھتی ہے۔ ان کی کہانیاں جیسے کفن، پوس کی رات، اور بوڑھی کاکی اردو افسانے کی بنیادی کلاسیک ہیں گیا ہے جو بعد کے جن میں غریبوں کی زندگی کو اس صداقت اور ہمدردی کے ساتھ پیش کیا ترقی پسند افسانہ نگاروں کے لیے ایک نمونہ بن گئی۔

ترقی پسند تحریک نے اردو افسانے کو تین اہم تحفے دیے۔ پہلا یہ کہ اس نے افسانے کو سماجی حقیقت کی طرف موڑا۔ دوسرا یہ کہ اس نے ان طبقات اور موضوعات کو ادب کا حصہ بنایا ں سمجھا جاتا تھا۔ تیسرا یہ کہ اس نے اردو افسانے کو ایک نئی جہتیں پہلے ادب کے لائق نہی اخلاقی سنجیدگی اور ایک نئی سیاسی بیداری دی۔

۳/ سعادت حسن منٹو: حقیقت کا بے باک آئینہ

انرکزادنارظن ےسجےہ ماناسیاکیا ںیم خیرات یک ےناسفا ودرا (۱۹۵۵- سعادت حسن منٹو (۲۱۹۱ سانے کو وہ دیا جو اسے پہلے کبھی نہیں ملا تھا یعنی ایک بے نامم کن ہے۔ منٹو نے اردو اف باک، بے خوف اور غیر معمولی طور پر ایماندار نظر جو انسانی فطرت کی تمام پرتوں کو الٹ کر دیکھتی ہے اور جو جو دیکھتی ہے اسے بغیر کسی لیپاپوتی کے کہہ دیتی ہے۔

ے کو جنس، جسم، غربت، تشدد اور انسانی منٹو کی عظمت اس میں ہے کہ انہوں نے اردو افسان رذالت جیسے موضوعات سے روشناس کرایا جنہیں پہلے معقول ادب کا حصہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ انہوں نے طوائفوں، کسبیوں، غنڈوں، شرابیوں اور معاشرے کے حاشیے پر پڑے لوگوں کو ری ان کے ساتھ ہمدردی محسوس اپنے افسانوں کا موضوع بنایا اور انہیں اس طرح پیش کیا کہ قا کرتا ہے، ان میں اپنی انسانیت کو پہچانتا ہے۔

۳/۱ تقسیم کا درد اور بیان

منٹو کی سب سے بڑی تخلیقی کامیابی وہ افسانے ہیں جو ۷۴۹۱ء کی تقسیم کے تجربے کو بیان کرتے ہیں۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ، کھول دو، ٹھنڈا گوشت اور اس طرح کے دیگر افسانوں ڈو نے تقسیم کی ہولناکی کو اس طرح پیش کیا ہے جو دل دہلا دیتا ہے۔ میں من

ٹوبہ ٹیک سنگھ خاص طور پر اردو ادب کا ایک لازوال شاہکار ہے۔ اس افسانے میں ایک پاگل خانے کے مریضوں کو تقسیم کے بعد ہندوستان اور پاکستان کے درمیان بانٹنے کی کوشش ب کے ایک شہر ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تعلق رکھتا کی جاتی ہے۔ نایک بشن سنگھ جو پنجا ہے وہ نہ ہندوستان جانا چاہتا ہے اور نہ پاکستان اور آخر میں وہ دونوں ملکوں کی سرحد کے درمیان زمین کے اس ٹکڑے پر پڑا مر جاتا ہے جو نہ ہندوستان ہے نہ پاکستان۔ یہ تقسیم کی بے تعارہ ہے جو آج بھی اتنا ہی طاقتور ہے جتنا معنویت اور اس کے انسانی المیے کا ایک ایسا اس لکھے جانے کے وقت تھا۔

۳/۲ منٹو کا اسلوب

منٹو کے اسلوب کی سب سے بڑی خصوصیت اس کی سادگی اور براہ راستیت ہے۔ وہ غیر ضروری لفاظی اور صنعت گری سے بچتے ہیں اور سیدھی بات کرتے ہیں۔ ان کے جملے چھوٹے مگر قدرتی اور زندگی سے بھرے ہیں اور ان کی کہانیوں کا اختتام اور تیز ہیں، ان کے کمال اکثر ایک ایسے جھٹکے کی صورت میں آتا ہے جو قاری کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

منٹو نے خود ایک بار کہا تھا کہ اگر میری کہانیاں پڑھ کر آپ کو گھن آئے تو وہ اس معاشرے سے ہے۔ یہ جملہ منٹو کے ادبی فلسفے کا بھی گھن آئی چاہیے جس میں یہ کہانیاں جنم لیتی خلاصہ ہے۔

۴/ راجندر سنگھ بیدی اور کرشن چندر: دو متوازی آوازیں

منٹو کے ہم عصر راجندر سنگھ بیدی (۱۹۱۵-۱۹۸۴) اور کرشن چندر (۱۹۱۴-۱۹۷۷) نے اردو افسانے کو دو مختلف لیکن یکساں طور پر اہم سمتوں میں آگے بڑھایا۔

میں ایک نفسیاتی گہرائی ہے جو انہیں منٹو سے ممتاز کرتی ہے۔ جہاں بیدی کے افسانوں منٹو بیرونی دنیا کی ہولناکیوں کو بے باکی سے پیش کرتے ہیں، وہاں بیدی انسانی نفسیات کی باریکیوں کو کھوجتے ہیں۔ ان کا افسانہ اپنے دکھ مجھے دے دو اردو افسانے کی رومان محبت کا دردناک بیان ملتا ہے۔ ان کا المیہ افسانہ ایک نفسیاتی شاہکار ہے جس میں ایک محبت ایک چادر میلی سی بعد میں ایک مشہور فلم کی بنیاد بنا اور اس میں پنجابی ثقافت کے اندر عورت کی پیچیدہ سماجی حیثیت کو بہت مؤثر طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔

اور محروموں کے ساتھ ہمدردی کرشن چندر کے یہاں ایک رومانی اشتراکیت ملتی ہے۔ وہ غریبوں رکھتے ہیں لیکن ان کا اسلوب منٹو کی بے رحم حقیقت نگاری سے مختلف ہے۔ ان کے یہاں ایک شاعرانہ رنگ ہے جو ان کے افسانوں کو ایک خاص حسن دیتا ہے۔ ان کا افسانہ زندگی کے موڑ پر اور ان کا ناول شکست اردو ادب کی اہم کلاسیک ہیں۔

۵/ انتظار حسین: روایت اور جدیدیت کا سنگم

انتظار حسین (۱۹۲۳-۲۰۱۶) اردو افسانے کی تاریخ میں ایک منفرد اور اہم مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اردو افسانے کو ایک نئی جہت دی جو نہ صرف جدید مغربی ادبی تحریکوں سے متاثر تھی بلکہ مشرقی کلاسیکی روایات یعنی قرآنی قصص، داستان گوئی، جاتک کہانیوں کی روایت سے بھی گہرا رشتہ رکھتی تھی۔

انتظار حسین کے افسانوں میں زمان و مکان کی معمول کی ترتیب ٹوٹ جاتی ہے۔ ماضی اور حال آپس میں گھل مل جاتے ہیں، اسطوری کردار عصری زندگی میں داخل ہو جاتے ہیں اور عام زندگی عاراتی جہت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ اسلوب انہیں لاطینی کے واقعات ایک علامتی اور استعاراتی امریکی جادوئی حقیقت نگاری کی یاد دلاتا ہے لیکن انتظار حسین کا منبع مغرب نہیں بلکہ مشرق ہے۔

ان کا افسانہ شہر افسوس اردو افسانے کی ایک لازوال کلاسیک ہے۔ اس میں ایک ایسے شہر کی ہے اور جس میں انسانی تہذیب کے زوال اور بے گھری کا درد کہانی ہے جو کہیں بھی ہو سکتا سمٹ آیا ہے۔ اس افسانے میں قیام پاکستان کے بعد کی بے گھری اور محرومی کا درد بھی ہے اور انسانی تہذیب کی عمومی تنزلی کا المیہ بھی۔

ی ضد نہیں انتظار حسین نے اردو افسانے میں یہ ثابت کیا کہ جدیدیت اور روایت ایک دوسرے ک
بلکہ ایک تخلیق کار کی ہنرمند نگاہ میں یہ دونوں ایک دوسرے کو تقویت دے سکتی ہیں۔

۶/ عصمت چغتائی اور خواتین افسانہ نگار

عصمت چغتائی (۱۹۱۵-۱۹۹۱) اردو افسانے میں خواتین کی آواز کی سب سے طاقتور اور بےباک
لمان عورتوں کی زندگی کو اس صداقت اور نمائندہ ہیں۔ ان کے افسانوں میں وسطی طبقے کی مس
جرأت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو ان سے پہلے اردو ادب میں نہیں ملتی۔

لحاف جیسی متنازعہ اور جرأت مند کہانی کے علاوہ عصمت چغتائی نے سیدھی سادی عورتوں کی
ی کی مورت اور روزمرہ زندگی کو بھی اپنا موضوع بنایا۔ ان کی کہانی گاندھی جی کا نظارہ، مٹ
دوزخی جیسی کہانیاں دکھاتی ہیں کہ وہ صرف متنازعہ موضوعات ہی نہیں بلکہ عام انسانی
جذبات اور رشتوں کو بھی اتنی ہی گہرائی سے پیش کر سکتی تھیں۔

عصمت چغتائی کی اہم خصوصیت ان کا مخصوص اسلوب ہے جو چٹخارے دار، بولتا ہوا اور بے حد
میں لکھنوی تہذیب کی شائستگی بھی ہے اور ایک بےباک صداقت قدرتی ہے۔ ان کی زبان
بھی جو انہیں اردو افسانے کے تمام بڑے ناموں میں منفرد بناتی ہے۔

۷/ جدیدیت کل عہد: علامت اور تجریدیت

۱۹۶۰ اور ۱۹۷۰ کی دہائیوں میں اردو افسانے میں جدیدیت کی تحریک نے ایک نئی انقلابی لہر
کے افسانہ نگاروں نے ترقی پسند ادب کی سیاسی سنجیدگی اور براہ پیدا کی۔ اس تحریک
راست کو مسترد کرتے ہوئے علامت، تجریدیت اور داخلی نفسیاتی تجربے کو اپنا مرکز
بنایا۔

انور سجاد، خالدہ حسین، احمد ہمیش، اور شوکت صدیقی جیسے افسانہ نگاروں نے اردو افسانے
بنیادی تبدیلیاں کیں۔ ان کے افسانوں میں روایتی پلاٹ اور کردار کی ہیئت اور مواد دونوں میں
کی جگہ ایک داخلی آگہی اور ایک علامتی فضا نے لے لی۔ ان کے یہاں فرد کا وجودی بحران، معنی
کی تلاش اور جدید شہری زندگی کی بےرحمی اور تنہائی مرکزی موضوعات ہیں۔

رین مثال ہیں۔ ان کے افسانوں میں ایک پراسرار خالدہ حسین کے افسانے اردو جدیدیت کی بہت
اور سحر انگیز فضا ہے جو قاری کو ایک ایسی دنیا میں لے جاتی ہے جہاں حقیقت اور خواب کی
سرحدیں دھندلی ہو جاتی ہیں۔ ان کا افسانہ پہچان اردو جدید افسانے کی ایک اہم کلاسیک ہے۔

۸. مابعد جدیدیت اور عصرِ حاضر کا افسانہ

۱۹۸۰ کی دہائی کے بعد سے اردو افسانے میں مابعد جدیدیت کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ اس
دور کے افسانہ نگاروں نے جدیدیت کے وجودی بحران اور ترقی پسند ادب کی نظریاتی
یکسوئی دونوں سے ہٹ کر ایک نئی سمت اختیار کی جس میں مکالماتی بیانیہ، ثقافتی
کو توڑنے اور نئے سرے سے بنانے کی کوشش شامل ہے۔ تکثیریت اور بیانیے کی ساخت

محمد منشا یاد، مستنصر حسین تارڑ، اور رشید امجد جیسے پاکستانی افسانہ نگاروں نے اردو
افسانے کو نئی زندگی دی۔ تارڑ کے افسانوں میں ایک خوبصورت رومانیت ہے جو ان کے
ی ہے۔ رشید امجد کے افسانوں میں سفرناموں کی طرح ایک وسیع دنیا کو اپنی گرفت میں لیت

ایک طنزیہ اور علامتی اسلوب ہے جو عصری پاکستانی معاشرے کی ناہمواریوں کو بے نقاب کرتا ہے۔

بھارت میں اردو افسانہ بھی اس دور میں مسلسل ارتقاء کرتا رہا۔ سریندر پرکاش، سید محمد اشرف، دی۔ سید محمد اشرف کے افسانوں میں اور عبد الصمد نے اردو افسانے کو ایک نئی آب و تاب دی۔ بھارتی مسلمانوں کی زندگی کو اس گہرائی اور ہمدردی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جو اردو افسانے کی بہترین روایت کا حصہ ہے۔

۹/ ڈیجیٹل دور میں اردو افسانہ

اکیسویں صدی نے اردو افسانے کے لیے نئے چیلنج اور نئے مواقع دونوں لائے ہیں۔ پرنٹ کلچر کے زوال، اردو ذریعہ تعلیم کے مسائل اور اردو قاری کی تعداد میں کمی نے اردو افسانے کے سامنے سنگین سوالات کھڑے کیے ہیں۔ لیکن دوسری طرف ڈیجیٹل میڈیا، سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس اور آن لائن ادبی رسالوں نے اردو افسانے کو ایک نئی اور وسیع تر دنیا تک پہنچنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

آج کے نوجوان اردو افسانہ نگار ایک ایسی دنیا میں لکھ رہے ہیں جہاں عالمگیریت، سوشل میڈیا، ڈیجیٹل ٹیکنالوجی اور روایتی سماجی ڈھانچوں کا ٹوٹنا ان کی روزمرہ حقیقت ہے۔ ان تجربات نے اردو افسانہ عالمی ادب اور افسانے کو نئے موضوعات اور نئے اسالیب کی طرف آمادہ کیا ہے۔ آج کا اردو افسانہ ایک پیچیدہ مکالمے میں مصروف ہے اور اس مکالمے میں اپنی مخصوص ثقافتی اور لسانی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے نئے تجربے کر رہا ہے۔

۱۰/ اردو افسانے کے ارتقاء کی اہم خصوصیات

اردو افسانے کے اس سفر کا جائزہ لینے کے بعد کچھ اہم نکات ہمارے سامنے آتے ہیں جو اس پورے ارتقائی سفر کی بنیادی خصوصیات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

یہ ہے کہ اردو افسانہ ہمیشہ اپنے عہد کی سماجی اور سیاسی حقیقتوں سے **پہلی خصوصیت** گہرا تعلق رکھتا آیا ہے۔ چاہے وہ تقسیم کا دردناک تجربہ ہو، چاہے آزادی کے بعد کی مایوسیاں کا استحصال ہو یا فرقہ وارانہ تشدد، اردو افسانہ نگاروں نے ان موضوعات سے ہوں، چاہے عورت منہ نہیں پھیرا۔

یہ ہے کہ اردو افسانے نے ہیئت اور اسلوب کے میدان میں مسلسل تجربے **دوسری خصوصیت** کیے ہیں۔ سیدھی سادی کہانی کہنے سے لے کر جادوئی حقیقت نگاری، علامتی اسلوب اور مابعد جدیدیاتی تجربات تک اردو افسانہ نگاروں نے کبھی جمود کو قبول نہیں کیا۔

یہ ہے کہ اردو افسانے نے اپنی مشرقی روایت کو عالمی ادبی تحریکوں **تیسری خصوصیت** کے ساتھ ایک تخلیقی توازن میں رکھا ہے۔ منٹو پر چیخوف کا اثر رہے، انتظار حسین پر کافکا کے باوجود ان کا افسانہ بنیادی طور پر اردو اور مشرقی اور مارکیز کا اثر رہے، لیکن اس تہذیب کی پیداوار ہے۔

۱۱/ نتیجہ

اس سفر اردو افسانے کا سفر سعادت حسن منٹو سے عصرِ حاضر تک ایک طویل، متنوع اور انتہائی زرخیز سفر ہے۔ دی میں ترقی پسند تحریک کی سماجی حقیقت نگاری ہے، منٹو کی بے باک صداقت ہے، بی

کی نفسیاتی گہرائی ہے، انتظار حسین کی اساطیری وسعت ہے، عصمت چغتائی کا بے خوف اظہار ہے اور جدید و مابعد جدید افسانہ نگاروں کی تجرباتی جرأت ہے۔

یہ تمام آوازیں مل کر اردو افسانے کو ایک ایسی غنی اور متنوع روایت بناتی ہیں جو برصغیر کی زندگی کا ایک مکمل اور مستند آئینہ ہے۔ اردو افسانہ جب کی پیچیدہ اور کثیر جہتی تہذیب تک زندہ ہے، برصغیر کے ان ساذوں کی کہانیاں، ان کے دکھ سکھ اور ان کی تاریخی یادیں زندہ رہیں گی۔

اس شوث پر کا خلاصہ یہ ہے کہ اردو افسانہ محض ایک ادبی صنف نہیں بلکہ یہ ایک زندہ اور عہد کے ساتھ مسلسل مکالمے میں ہے اور جو آنے والی نسلوں کے لیے متحرک روایت ہے جو اپنے لیے ایک انمول ورثہ ہے۔

حوالہ جات

۱/ سعادت حسن منٹو، کلیات منٹو، مرتبہ: ابو سعید قریشی، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۰۔
۲/ انتظار حسین، کچھوے، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۵۵۔
۳/ راجندر سنگھ بیدی، مکتبہ اردو، لاہور: ادبی دنیا، ۱۹۸۰۔
۴/ عصمت چغتائی، کلیات، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۰۔
۵/ محمد حسن، آزادی کے بعد دہلی میں اردو افسانہ، دہلی: قومی کونسل، ۲۰۰۳۔
۶/ وارث علوی، اردو افسانہ: روایت اور مسائل، الہ آباد: ادبی سنگم، ۱۹۸۵۔
۷/ گوپی چند نارنگ، افسانے کی حمایت میں، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۹۵۔
۸/ محمد عمر میمن، اردو میٹروپولیس: اردو شارٹ اسٹوریز، ٹورانٹو: یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۸۔
۹/ شمس الرحمن فاروقی، افسانے کی ہمراہی، الہ آباد: شب خون کتاب گھر، ۱۹۸۷۔
۱۰/ سلیم اختر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۱۔